علمی و تحقیقی مجلہ "محاکمہ" یونیورسٹی آف سیالکوٹ

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

شمیم اختر، ایم فل اسکالر، یونیورسٹی آف اکاڑہ

ڈاکٹر سمیرا اعجاز، استاد شعبہ اردو یونیورسٹی آف سرگودھا

اردو میں کرداری افسانے کی روایت

The Tradition of Characteristic Short Story in Urdu

Shameem Akhtar, MPhil Scholar University of Okara

Dr Sumaira Ijaz, Urdu Department, University of Sargodha.

Abstract

In modern genres of Urdu prose, the short story is a popular and important form. Urdu short stories have undergone various changes from their inception to the present and have embraced different movements and tendencies. Under these tendencies, purposeful, eventful, psychological, and sociological short stories have been written. Urdu short story writers have given great importance to character depiction for clarifying their point of view, apart from plot and story. As far as character-based short stories are concerned, they refer to those stories where the central impression is prominently derived from the characteristics of a character. These characters are presented in real, symbolic, and allegorical forms. Urdu short story writers have also presented many vivid characters from the vast canvas of life. In this article, an attempt has been made to review the character-based short stories of Urdu short story writers from "Premchand" to modern short story writers.

Keywords:Character Based Short Stories, Character Depiction, Premchand, Tradition

افسانہ اردو ادب کی جدید اور مقبول ترین صنف ہے۔ ناول کی طرح افسانہ میں بھی سیاسی، نفسیاتی، معاشی اور سماجی حقیقتوں اور پیچیدگیوں کا اظہار کیا جاتا ہے۔ تاہم ناول کی نسبت افسانے کا کینوس محدود ہے اور اس کی ساخت، ہیت اور صورت کو واضح کرنے کے لیے کچھ معیارات مقرر کیے گئے ہیں جنہیں افسانے کے عناصر یا اجزائے ترکیبی کا نام دیا گیا ہے جن میں پلاٹ، کردار نگاری، مکالمہ نگاری، وحدت زمان و مکان، اختصار اور وحدت تاثر شامل ہے تاہم کردار نگاری کی اہمیت اس لیے زیادہ ہے کہ یہ کردار

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ہی ہیں جن کی مدد سے انسانی احساسات و جذبات کے ساتھ ساتھ زندگی کے مسائل اور معاشرے کی سچی تصویر کشی ممکن ہے۔ اشخاص قصّہ کے احوال واطوار ان کی ظاہری اور باطنی کیفیات کا بیان کردار نگاری کہلاتا ہے۔ ابو الاعجاز حفیظ صدیقی لکھتے ہیں:

> "کہانی کے واقعات جن افراد قصّہ کو پیش آتے ہیں انہیں اصطلاح میں کردار کہا جاتا ہے۔ ایسی ہر صنفِ ادب جس میں کہانی کا دخل ہو لازماً کرداروں سے بھی واسطہ پڑتا ہے چنانچہ کسی داستان، ناول، افسانے، ڈرامے یا کسی منظوم کہانی پر بحث کرتے ہوئے اور اس کا ادبی مقام متعین کرنے کی غرض سے ہمیں یہ بھی دیکھنا پڑتا ہے کہ اس کے مصنف نے کتنے زندہ کردار تخلیق کیے ہیں اور کردار نگاری کی کیسی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے"(1)

جہاں تک کرداری افسانے کا تعلق ہے اس سے مراد وہ افسانہ ہے جس کا مرکزی تاثر کسی کردار کی خصوصیات سے نمایاں ہو اور یہی کردار افسانے کا مرکزی کردار ہوتا ہے۔ اردو افسانہ نگاروں نے بھی اپنے نقطہ نظر کی وضاحت اور سماجی حقیقتوں سے پردہ اٹھانے کے لیے بہترین کردار تخلیق کیے ہیں۔ اردو افسانے کے افق پر جو پہلا نمایاں نام سامنے آتا ہے وہ منشی پریم چند کا ہے۔ جنہوں نے ابتدا سے ہی اردو افسانے کو حقیقت نگاری سے آشنا کروایا اور دوسرا اہم نام سجاد حیدر یلدرم کا ہے جن کے افسانوں پر رومانیت کے اثرات نمایاں ہیں چنانچہ اردو افسانہ پریم چند اور سجاد حیدر یلدرم کی صورت دو مختلف رجحان اور رویے لے کر آگے بڑھا۔

حقیقت پسندی کے رجحان کے تحت پریم چند نے پسماندہ طبقے کی زندگی اور ان کے مسائل کو موضوع بنایا۔ جہاں تک کردار نگاری کا تعلق ہے ان کے کردار زیادہ تر دیہاتی پس منظر رکھتے ہیں۔ ان کے کردار تخیلاتی نہیں جیتے جاگتے کردار ہیں ان کے افسانے "کفن" کے کردار " گھیسو" اور "مادھو" ان کی فنی مہارت کا ثبوت ہیں۔ یہ دونوں کردار لالچی اور بے حس ہیں۔ کٹیا میں "بدھیا" زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی ہے اور یہ آلو بھوننے کی فکر میں ہیں۔ پریم چند کے افسانوں میں ہندوستان کے ہر طبقے، فرقے اور پیشے سے تعلق رکھنے والے کردار ہیں۔ کسان، مزدور، مہتر، چمار، پنڈت، جاگیردار، راجا، رانی، داروغہ، تحصیلدار، سیاسی کارکن، وکیل، ڈاکٹر، کلرک، افسر، گھریلو خواتین اور طوائفیں یہ سب ان کے افسانوں کے کردار ہیں۔ پریم چند کی کردار نگاری میں نسوانی کرداروں کو بے حد اہمیت حاصل ہے اور ان کے افسانوی مجموعے "پریم پچیسی" میں عورت کی جو تصویر کشی کی گئی ہے اس پر مثالیت کا غلبہ ہے اس مجموعے کے نسوانی کرداروں کے حوالے سے ڈاکٹر انوار احمد لکھتے ہیں:

> "یہ عورت کبھی "رانی سارندھا" کی طرح آن اور قول پر جان دینے والی، ہزیمت قبول کرنے کی بجائے موت کو گلے لگانے والی، کبھی "وکرماوت کا تیغہ" کی 'برندہ' کی طرح اپنی رسوائی کے انتقام کی خاطر مختلف

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

> روپ بھرتی ایک مشتعل عورت کے قالب میں اور کبھی رام رکھا کی ماں (مامتا) کی صورت میں، جو اپنے بیٹے کو گردبِ حیات سے بچانے کے لیے میدان میں اترتی ہے"(2)

'پنڈت سدرشن' کے ہاں پریم چند کے ابتدائی دور کی مثالیت، جذباتیت اور روحانیت ملتی ہے وہ پریم چند کے ہم عصر اور پیروکار تھے۔ان کے افسانوی کرداروں پر بھی مثالیت اور روحانیت کا غلبہ نظر آتا ہے۔اس حوالے سے ڈاکٹر انوار احمد لکھتے ہیں:

> "ان کے افسانوں کے کسی کردار میں داخلی تصادم یا کسی مرکب کیفیت کا شائبہ بھی نہیں ملتا، وہ سیدھی سادی روحانیت یا اس کے پیدا کردہ فریب کے زیر اثر زندگی کرنے کی کوشش کرتے ہیں سونمک حلال ملازم، آقاؤں کے گناہوں کے بوجھ بھی اپنے سر لیتے دکھائی دیتے ہیں(نمک خوار جاں نثار) انسان دوست حکیم اپنی بیٹی کی عصمت دری کے واقعے کو فراموش کر کے سیٹھ کشوری لال کا علاج معالجہ کرتے ہیں۔(ماں کی مامتا) راہ حق پر چلنے والوں کو سدا سکھ ملتا ہے، جشن صداقت کا اعتبار قائم ہوتا ہے اور راستی کی فتح ہوتی ہے گویا یہ وہ دنیا ہے جس کا ہماری معلوم دنیا سے اس کے سوا کوئی رشتہ نہیں کہ کرداروں کے نام جانے پہچانے اور مانوس ہیں"(3)

'اوپندر ناتھ اشک' نے اپنے کرداروں کے ذریعے سیاسی، سماجی اور نفسی حقائق کو پیش کیا جنس میں بھی ان کا مسئلہ لذتیت نہیں بلکہ وہ اپنے کرداروں کے اندر مضطرب آرزو کو ماحول کی بے حسی کے مقابل لا کر تضاد کی کیفیت پیدا کرتے ہیں۔غربت اور اُس سے پیدا کردہ مسائل ہمیں ان کے افسانوں 'کاکڑاں کا تیلی' اور 'بینگن کا پودا' کے کرداروں میں واضح نظر آتے ہیں۔ان کے افسانوی مجموعے "کالے صاحب" کے افسانے "مسٹر گھٹ پانڈے"، "کیپٹن رشید" اور 'رواقی' میں انسانی نفسیات کی کئی پرتیں کھلتی نظر آتی ہیں۔

'علی عباس حسینی' نے اپنے افسانوں میں عورت کے کئی روپ پیش کیے ہیں لیکن عورت کا افضل ترین روپ ماں اور پتی ورتا عورت کا ہے جو قربانی، اخلاص، خدمت اور ایثار کا پیکر ہے تاہم 'عدیا تنبولن' افسانے کی 'عدیا' طوائف اور ماں دونوں کی خصوصیات رکھتی ہے۔'عدیا' کے کردار کی صورت محبت میں عورت کے پاگل پن اور انتقام کو موثر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔علی عباس حسینی کے کردار انقلابی شعور نہیں رکھتے تاہم کبھی کبھی ان کے مظلوم اور ہارے ہوئے کردار باغیانہ گفتگو کرتے نظر آتے ہیں۔'اختر اور بینوی' کے کردار سادہ لوح، خاموش اور محبت پسند ہیں ان کے مظلوم کرداروں میں انتقام کا جذبہ نظر آتا ہے۔'اعظم کریوی' کے ہاں عورت کا کردار محبت کے لیے بنا ہے ان کے ہاں شادی شدہ عورت مثالیت کا عمدہ نمونہ ہے۔اعظم کریوی کے کرداروں کے حوالے سے مرزا حامد بیگ لکھتے ہیں:

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

"اعظم کریوی اپنے افسانوی کرداروں کو ہر طرح کی سچویشن میں ڈال کر انسانی کردار کا نفسیاتی مطالعہ کرتے ہیں۔ کریوی کی کردار نگاری کا نمایاں وصف کردار کی سچی پیشکش ہے اور اسی کے باعث افسانہ نگار جذبے کی شدت سے بچ گیا۔ نتیجہ انسانی جذبات کی کھری تصویر کشی ممکن ہوئی"(4)

'سہیل عظیم آبادی' کے ہاں پریم چند کے افسانوں کی طرح دیہاتی فضا کا غلبہ ہے انہوں نے اپنے کرداروں کے ذریعے کسانوں کی دکھ بھری زندگی اور معاشرتی استحصال کی سچی تصویر کشی کی۔

'سجاد حیدر یلدرم' نے اردو نثر میں باقاعدہ رومانوی تحریک کا آغاز کیا۔ ان کے افسانوں میں محبت کی حکمرانی اور رومانوی فضا کا غلبہ دکھائی دیتا ہے۔ یلدرم کے افسانوی کردار جمال پرست اور ذہین ہیں۔ سجاد حیدر یلدرم کی تخیل پرستی اور ماورائیت مغربی طرز کی ہے۔ ان کے ہاں ڈرائنگ روم اور تھیٹر کے تذکرے ہیں تاہم اپنے کرداروں کے ذریعے انہوں نے ایشیائی تہذیب سے گہری دلی وابستگی کو بیان کیا ہے۔ سجاد حیدر یلدرم کے افسانوی کرداروں کے حوالے سے ڈاکٹر محمد حسن یوں رقمطراز ہیں:

"یلدرم کے سارے کردار خوش مذاقی اور لطافت کے پرستار ہیں۔ ان کی الماریاں شکسپیر، ملٹن، غالب اور حافظ سے سجی ہوئی ہیں۔ ان کے ڈرائنگ روم تاج محل کی سنگ مرمر سے بنی ہوئی نقل اور لکڑی کے بنے ہوئے چھوٹے سے مندر سے آراستہ ہیں جس میں گنیش جی کا بت رکھا ہوا ہے۔ یلدرم کے ہاں بازاروں کے ہجوم اور سڑکوں کے افسردہ اور ملول چہرے نہیں ہیں۔ وہ لطافت اور جمال کے پرستار ہیں اور ان کے تخیل نے ان کی ایک محفل آباد کر رکھی ہے"(5)

'حجاب امتیاز علی' رومانوی تحریک کے صفحہ اول کے افسانہ نگاروں میں سے ایک ہیں۔ حجاب امتیاز علی کے نزدیک زندگی کی سب سے اہم حقیقت محبت ہے۔ یہ محبت بھی ماورائی اور ارضی ہے اور مادی تبدیلیوں کو خاطر میں نہیں لاتی۔ حجاب امتیاز علی کے کردار یک رخے ہیں جن کا عمومی زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کے افسانوں میں اپنی ذات کا نمائندہ کردار 'روحی' ہے۔ اس طرح ایک حبشن ملازمہ 'زوناش' اور 'ڈاکٹر گار' بھی مستقل کردار ہیں۔ 'یزدانی'، 'شہزاد' اور 'مشہدی' کے ناموں سے بھی ان کا ہر قاری واقف ہے۔

'نیاز فتح پوری' کے افسانوی کردار فکری طور پر زیادہ متحرک اور عملی طور پر سست ہیں سوچتے زیادہ ہیں کرتے کچھ نہیں۔ ان کے کرداروں میں ایک ماورائی یکسانیت ہے اور عام انسانی کرداروں کی نوک پلک اور انداز و ادا اور ارتقاء نہیں ملتا۔ ان کے افسانے

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

"خواجہ مسرور شاہ نظامی اور صفیہ " میں خواجہ ایسی عظیم شخصیت کی نفسیاتی پیچیدگیوں کو نمایاں کیا گیا ہے۔ اس طرح توکل کے پردے میں چھپی حرص کو 'مولاناوارث علی' کے کردار کے ذریعے اجاگر کیا گیا ہے۔

1936ء میں 'انجمن ترقی پسند مصنفین' کا قیام عمل میں آیا چونکہ ترقی پسند تحریک کارل مارکس کے معاشی نظریے پر استوار تھی لہذا اس تحریک کا مقصد نچلے طبقے کو ان کے حقوق کا احساس دلانا تھا کرشن چندر ترقی پسند تحریک کے نمائندہ افسانہ نگاروں میں سے ہیں۔ ان کے ابتدائی افسانوں میں رومانوی رنگ نمایاں ہے لیکن بعد میں رومان کی جگہ حقیقت نگاری نے لے لی۔ انہوں نے معاشرے کے ہر طبقے کے فرد کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ ان کے نسوانی کرداروں میں 'آنگی' میں محبت کی چاشنی اور درد کا احساس نمایاں ہے۔ 'مس لووٹ' کی وفا ہے جو محبوب کے انتظار میں ساری زندگی گزار دیتی ہے 'تائی ایسری' کا ایثار، محبت، خلوص اور روح کی پاکیزگی گرد و پیش کو معطر رکھتی ہے۔ یہی عورت جب خود غرضی کا روپ دھارتی ہے تو 'حبیبہ' اور 'مس نینی تال' کی مدھو متی کی صورت سامنے آتی ہے۔ عورت کے انتقام کا جذبہ 'پریتو' میں پوری شدت سے نظر آتا ہے اور چند پیسوں کے عوض بکنے والی 'سیما' ہے۔ 'جیکسن' اور 'گھسیٹارام' جیسے بھیڑیے ہیں جنہوں نے شرافت کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے اور موقع ملنے پر انسانی استحصال سے نہیں چوکتے۔ ان کے باغی کرداروں کا نمائندہ 'بھگت رام' ہے جو اس کھوکھلے اور ریاکار سماج کی چیخیں نکلوا دیتا ہے۔ "کالو بھنگی" میں ان کا فن عروج پر نظر آتا ہے۔ "کالو بھنگی" کے کردار کے ذریعے انہوں نے سماج تک یہ سوال پہنچایا ہے کہ کب تک یہ طبقہ زندگی کی بنیادی ضروریات سے محروم رہے گا۔ انہوں نے سماج کے نمائندہ ڈاکٹر کی بجائے ایک معمولی بھنگی کے کردار کو جس طرح اجاگر کیا ہے یہ ان کی انسان دوستی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

کرشن چندر نے اپنے کرداروں کے ذریعے سماج کے فرسودہ رسم ورواج، عقائد، لالچ، فریب، محبت، نفرت 'بھوک، انتقام اور انسانی استحصال کو آشکار کیا ہے۔ 'راجندر سنگھ بیدی' کے موضوعات میں خارجی پھیلاؤ کی نسبت داخلی گہرائی زیادہ ہے۔ ان کے افسانوں میں کوئی کردار تصوراتی یا خیالی نہیں۔ بچہ، بوڑھا اور عورت بیدی کے افسانوں کے وہ کردار ہیں جن کے ذریعے وہ انسان کی معصومیت اور افراد خانہ کا باہمی پیار اور حسن سلوک سامنے لاتے ہیں۔ 'بھولا'، 'چھوکری کی لوٹ' اور 'تلادان' میں انہوں نے بچوں کی نفسیات کو بہت خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔ اسی طرح فسادات پر لکھے افسانے 'لاجونتی' کے دونوں مرکزی کرداروں کی تہہ دار نفسیات کی بہترین عکاسی کی گئی ہے۔ راجندر سنگھ بیدی کے کردار اپنی دنیا کی حقیقی ترجمانی کرتے ہیں یہی ان کی کردار نگاری کی سب سے بڑی خوبی ہے۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

'عصمت چغتائی' نے عورت کی زندگی اور ان کے جنسی اور نفسیاتی مسائل کو بے باکی اور جرات مندی سے اپنے افسانوں میں پیش کیا ہے۔ ان کے افسانوں کی دنیا گھر کی چار دیواری کے اندر کی دنیا ہے ان کے افسانوں میں 'چوتھی کا جوڑا'، 'چھوٹو آپا'، 'بہو بیٹیاں'، 'لحاف'، دو ہاتھ، ننھی کی نانی، 'ڈائن'، پتھر دل اور پیشہ میں نسوانی کرداروں کی مختلف سماجی حیثیتیں اجاگر کی گئی ہیں۔ عصمت کے نسوانی کرداروں کے حوالے سے ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی لکھتے ہیں:

> "عصمت چغتائی کے افسانوں کا خاص موضوع نوجوان لڑکیوں کے کردار ہیں، اس عمر کی لڑکیوں کے ذہنی اور نفسیاتی مسائل، ان کے ارمان اور الجھنیں ان کے جنسی جذبات سب ہی کچھ ان افسانوں میں بڑی بیباکی سے بیان ہوئے ہیں۔ اس میں ہر طرح کی لڑکیاں ہیں، شوخ و شریر اور تیز طرار بھی، جنسی اور ذہنی طور پر بیمار بھی اس گھر کی چہار دیواری میں بعض بڑی عمر کی بیگمات بھی ہیں جن کی اپنی نفسیات اور جنسی مسائل ہیں"(6)

'احمد علی' کے موضوعات میں ہندوستان کی اخلاقی، سماجی اور سیاسی صورتحال کے ساتھ ساتھ مسلم گھرانوں کی زندگی، رسم و رواج اور مجموعی طور پر معاشی بے اطمینانی اہم ہے۔ کہانی اور کردار نگاری کے زمرے میں ان کے افسانے 'استاد شموخان' کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ ان کے افسانوی مجموعے "ہماری گلی" کے کردار بھی سماجی اور نفسی حقیقتوں کی عمدہ ترجمانی کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے کرداروں کی شخصیت کے فطری پن کو بھرپور انداز میں پیش کیا ہے۔ 'احمد ندیم قاسمی' نے پنجاب کی دیہاتی فضا کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ انسان سے محبت اور انسان دوستی ان کے کرداروں کی اہم خوبی ہے، "کپاس کا پھول" کی "مائی تاجو" اور "پرمیشر سنگھ" میں یہ انسان دوستی عروج پر نظر آتی ہے۔ ان کے محبت ایثار اور خلوص سے گندھے کرداروں میں "ننھا منجھی"، "بڈھا کھوسٹ" کا 'بابا عمرو' اور "بوڑھا سپاہی" شامل ہیں۔

'ماسی گل بانو' میں انہوں نے جنسی گھٹن کا شکار لڑکی کی اذیت اور نفسیاتی کشمکش کو موضوع بنایا ہے۔ جنگ کی تباہ کاریوں پر ان کا افسانہ 'بابا نور' کردار نگاری کی عمدہ مثال ہے۔ اس کردار کے ذریعے جنگوں کے بطن سے جنم لینے والے انسانی المیوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ 'سلطان' کے کردار میں بھکاری بچے کی نفسیات کو انتہائی خوبصورتی سے قلمبند کیا گیا ہے اور گنڈاسا کا 'مولا' احمد ندیم قاسمی کا ایک رجحان ساز کردار ہے۔ احمد ندیم قاسمی کے کردار ٹھہراؤ، رکھ رکھاؤ اور اعتدال پسندی جیسی خوبیوں سے مالا مال ہیں۔ انہوں نے اپنے کرداروں کے ذریعے معاشی ناہمواریوں، جنگ کی تباہ کاریوں، معصوم دیہاتیوں کے روزمرہ کے مسائل، فسادات کے المیوں، انتقام، رقابت، معاشرے میں موجود تصنع و تضاد اور محبت و خلوص جیسے جذبوں کی حقیقت نگاری پر مبنی تصویریں پیش کی ہیں۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

'حیات اللہ انصاری' زندگی کے معمولی واقعات کا باریک بینی سے مشاہدہ کر کے انہیں اپنے افسانوں کا موضوع بناتے ہیں۔ "خلاص" ان کا ایک انتہائی موثر کرداری افسانہ ہے جس میں ایک معمولی عورت "بنو" کی غیر معمولی صفات کو نمایاں کیا گیا ہے۔ اس کردار کی فطری سادگی قاری کو بے حد متاثر کرتی ہے۔ 'آخری کوشش' کا کردار 'گھسیٹے'، شکستہ کنگورے کا کردار 'منیر'، ڈھائی سیر آٹا' کا مرکزی کردار 'مولا'، اور 'بھرے بازار' کا مرکزی کردار 'رکھی' انسانی سفاکی اور حقیقت نگاری کی مختلف جہات کو پیش کرتے ہیں۔ موضوعات کے تنوع اور کردار نگاری کے لحاظ سے حیات اللہ انصاری کے افسانے اردو ادب میں سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کرداری افسانوں کے حوالے سے 'سعادت حسن منٹو' کا نام بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ ان کے بہت سارے افسانوں کے عنوان مرکزی کردار کے نام پر ہیں۔ کردار نگاری منٹو کی سب سے اہم خوبی ہے۔ سیاست پر لکھے افسانوں میں 'نیا قانون' کا 'منگو کوچوان' نہایت اہم مرکزی کردار ہے۔ تقسیم پر لکھے افسانوں میں 'ٹوبہ ٹیک سنگھ' کا 'بشن سنگھ'، اور 'کھول دو' کی 'سکینہ' انسانی المیوں کی حقیقی تصویریں ہیں۔ بچوں پر لکھے افسانوں میں، قاسم، شاداں اور منظور بے حد اہم ہیں۔ موذیل، ممی، سہائے، باسط اور 'بابو گوپی ناتھ' کے کردار انسانیت پر ہمارا یقین پختہ کرتے نظر آتے ہیں۔

طوائف کے موضوع پر جو کردار ہمارے سامنے آتے ہیں ان میں 'جانکی'، 'شاردا'، شانتی، فوبھا بائی، سراج اور 'ہتک' کی سوگندھی' بہت اہم ہیں۔ انہوں نے اِن کرداروں میں طوائف کے اندر چھپی عورت جو ماں، بیوی، بہن اور بیٹی کی تمام خصوصیات رکھتی ہے لیکن وقت اور حالات نے جسے طوائف بننے پر مجبور کر دیا کو بہت خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔

'خواجہ احمد عباس' نے سماج کے دبے کچلے، بے بس اور مجبور عوام کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے، ان کے افسانوں کے کردار جامد کردار نہیں بلکہ ارتقاء کے عمل سے گزرتے دکھائی دیتے ہیں۔ 'ابابیل' افسانے کے کردار 'رحیم خاں' میں یہ ارتقائی عمل نمایاں نظر آتا ہے وہ کہانی کے اختتام تک ویسا سنگ دل نہیں رہتا بلکہ بیوی بچوں کے چھوڑ جانے کے بعد رحم دل کردار میں بدل جاتا ہے۔ ان کے افسانے 'بھولی' میں 'بھولی' کا کردار بھی معاشرتی جبر اور استحصال برداشت نہیں کرتا اور بغاوت کا علم بلند کرتا ہے۔ شوکت صدیقی نے نچلے طبقے کے ایسے کرداروں کی عکاسی کی ہے جو آسانی سے طاغوتی قوتوں کے آلہ کار بن جاتے ہیں۔ 'شوکت صدیقی' کے افسانوں میں عمل اور مکافات عمل ساتھ ساتھ عمل پذیر ہوتے ہیں۔ ان کے افسانوی کرداروں کے حوالے سے ڈاکٹر انوار احمد لکھتے ہیں:

> "ان کے بیشتر افسانوں میں آوازیں بہت زیادہ اور تادیر گونجتی ہیں، کم و بیش سبھی افسانوں میں کوئی کردار برتن توڑتا ہے یا مخاطب پر کوئی شے اچھالتا ہے، سماجی تبدیلی نہ لاسکنے کی کوفت شاید ان کے کرداروں کے

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

رنج کو اس طرح زائل کرتی ہو۔ پاکستانی معاشرے میں کار فرما استحصالی نظام کے سبھی کردار ایک باشعور شخص کی طرح شوکت صدیقی کی نظر میں ہیں۔ یہ چاہے داد محمد سومرو جیسے سندھی وڈیرے ہوں یا علیم الدین سبزواری جیسے زرد صحافی (خفیہ ہاتھ) بلوچ سردار اور تمن دار ہوں (بھگوان داس ترکھان) بیورو کریٹ، سمگلر، صنعت کار، ان کے مجرم آلہ کار (تیسرا آدمی) اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلام، علامہ اقبال اور دیگر محترم حوالوں کو فروخت کر کے ترقی کے زینے چڑھتا نو دولتیہ طبقہ "(7)

'اختر حسین رائے پوری' کے افسانوں میں بھی حقیقت نگاری کا پہلو نمایاں ہے۔ ان کے افسانوی مجموعے 'زندگی کا میلہ' میں شامل افسانوں 'دل کا اندھیرا'، 'جسم کی پکار'، 'دیوان خانہ' اور 'کافرستان کی شہزادی' کے زوال آمادہ کرداروں کو انہوں نے سنجیدگی اور حقیقت نگاری سے پیش کیا ہے۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں روپے اور پیٹ کی خاطر جسم بیچتی عورت کو بہت ہمدردی سے پیش کیا ہے۔ 'بلونت سنگھ' نے پنجاب کے دیہاتوں کو قریب سے دیکھا ہے۔ دیہاتیوں کی بدحال زندگی، زمینداروں کے ظلم و ستم اور ان کے دکھ درد کو اپنے افسانوں میں پیش کیا ہے۔ بلونت سنگھ کے کرداروں میں معصوم حماقت اور وسیع القلبی کے ساتھ ساتھ لچر پن نمایاں ہے۔ بلونت سنگھ کے کرداری افسانوں کے حوالے سے ڈاکٹر انوار احمد لکھتے ہیں:

"بلونت سنگھ پنجاب کی مقبول قدروں، وضع داری، عالی ظرفی، وسیع القلبی، مردانگی اور بے خوفی پر جان دیتا ہے، چنانچہ اس کے موثر کردار وہی ہیں، جو پیشہ ور ڈاکو ہوں یا شوقیہ ڈاکو، عاشق ناشاد ہوں یا طالب بامراد، سیدھے سادے کسان ہوں یا گاؤں میں مقیم پنشنر اپنی قدروں پر جان دینے والے ہوں، چنانچہ "جگا"، "پورا جوان، کرنیل سنگھ" پنجاب کا البیلا، "بازگشت" اور بابا مہنگا سنگھ" میرے اس دعوے کی دلیلیں ہیں"(8)

ترقی پسند تحریک کی حقیقت نگاری کے ساتھ ساتھ اردو افسانے میں نفسیاتی مطالعہ کا رجحان بھی پروان چڑھا۔ نفسیاتی مطالعہ کے رجحان کا علم بردار 'ممتاز مفتی' ہے۔ ممتاز مفتی نے انسانی لاشعور میں دبے مخفی جذبوں کی بازیافت کی، ان کے زیادہ تر کردار نسوانی ہیں جس میں آپا افسانہ کی 'سجادہ'، جھکی جھکی آنکھیں" کی 'عذرا'، بدمعاش کی 'دل آرا' سیانی' کی 'ساحرہ' اور 'عطیہ' قابل ذکر کردار ہیں۔ انہوں نے اِن کرداروں کے ردعمل سے ان کے لاشعور میں پوشیدہ محرکات کا سراغ لگایا ہے۔ انہوں نے متوسط طبقے کی عورت کی خواہشات اور اُس کے جنسی مسائل کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ رحمان مذنب نفسیاتی رجحان کے حامل افسانہ نگاروں میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ 'رحمان مذنب' کی نمایاں پہچان تیسری جنس اور جنسی بے راہ روی ہے۔ انہوں نے تیسری جنس اور پیشہ کرنے والی عورت کی نفسی کیفیات کو پوری جزیات کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ہیجڑے، تماشبین، طوائف، نوسرباز، جیب تراش ان کے افسانوں کے

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

نمایاں کردار ہیں۔ 'شیر محمد اختر' کے افسانوی کردار بھی داخلی گھٹن اور نفسیاتی کشمکش کا شکار ہیں۔ انہوں نے بھی نفسیاتی طریقہ اختیار کرتے ہوئے اپنے کرداروں کی داخلی کیفیات کو آشکار کیا۔

ترقی پسند تحریک سے باہر بھی کئی افسانہ نگاروں نے اپنی تخلیقات کی بدولت افسانہ نگاری کی دنیا میں بہت نام کمایا۔ ان میں 'غلام عباس' کا نام سر فہرست ہے۔ غلام عباس نے خود کو کسی ادبی تحریک یا گروہ سے وابستہ نہیں کیا۔ ان کا افسانہ "آنندی" اردو ادب میں لازوال حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں طوائف کی بجائے طوائف معاشرے کی تشکیل کو موضوع بنایا گیا ہے۔ غلام عباس معمولی کرداروں کو غیر معمولی بنانے کا ہنر جانتے ہیں اس لیے 'سایہ'، "اوور کوٹ"، کتبہ، 'حمام میں' اور "فینسی ہیئر کٹنگ سیلون" جیسے افسانوں میں انسانی نفسیات کے حیرت انگیز گوشے سامنے آتے ہیں۔ ان کے افسانوی کرداروں کے حوالے سے ان کے افسانوی مجموعے 'جاڑے کی چاندنی' کی تمہید میں ن۔ م راشد لکھتے ہیں۔

> "اس کے اکثر کرداروں کے وجود میں ایک عجیب و غریب شخصیت یا دہرا پن ہے، ان کا ایک چہرہ اکثر دکھاوے کے لیے ہوتا ہے جس کی حیثیت گویا خطیب کی چرب زبان کی ہے، جس سے وہ لوگوں کے دل موہنے کی کوشش کرتا ہے۔ دوسرا چہرا ان کے دل کا آئینہ ہوتا ہے دل کی ان چھپی ہوئی خواہشات کا آئینہ جو ہر بندھن سے آزاد رہنا چاہتی ہیں۔ عباس کے کرداروں کی یہی شخصیت کبھی اخلاق کی پابندی اور اخلاق کی آزادی کی کشمکش بن جاتی ہے اور کبھی جدید و قدیم کے ٹکراؤ کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے تاہم اس کے کردار دھوکا نہیں کرتے۔ دیانت داری سے "گناہ" کے مرتکب ہوتے ہیں اور محض اپنی ازلی انسانی مجبوریوں کی وجہ سے ان کی بظاہر بے حیائی میں بھی اکثر ان کی زندہ دلی بدستور قائم رہتی ہے جیسے "سرخ جلوس" کے ریاض میں یا "ڈائری والے مکرجی میں" (9)

'قدرت اللہ شہاب' نے "نفسانے" اور "ماں جی" کے افسانوں میں انسان کے اندر موجود نیکی کو ابھارنے کی نمایاں کوشش کی ہے۔ 'ماں جی' خیر کا نمائندہ ایک لازوال کردار ہے۔ 'ماما'، 'سٹینو گرافر' اور 'نمبر پلیز' میں ملازمت پیشہ خواتین کے مسائل نظر آتے ہیں۔ 'یا خدا' اور 'عائشہ آگئی' فسادات کے پس منظر میں عورتوں کے المیوں کی تلخ داستانیں ہیں۔ ان سارے کرداروں کے ذریعے انہوں نے معاشرے کی ریاکاری اور گھناؤنی صورت کو مربوط انداز میں پیش کیا ہے۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

'قرۃ العین حیدر' کے کردار بالائی متوسط طبقے اور بالائی طبقے کے نمائندہ ہیں جو گلیمر پر جان دیتے ہیں لیکن جن کی روحیں مردہ ہیں۔ یہ تمام کردار بدیسی کلچر میں جذب ہو کر اپنے کلچر کی جڑیں تلاش کرنے کی کوشش میں نڈھال نظر آتے ہیں۔ ان کے شاہکار افسانوں میں 'کار من' اور 'قلندر' کے مرکزی کردار انفرادی سطح پر دکھ سہنے کے باوجود انسانیت پر یقین رکھتے ہیں۔ "جلاوطن" افسانے کا کردار "ڈاکٹر آفتاب رائے" تقسیم ہند کی افسردگی کے ساتھ ساتھ جلاوطنی کا تمغہ سینے پر سجائے جی رہا ہے۔ 'اشفاق احمد' کے افسانوں میں تصوف اور محبت کا رنگ نمایاں ہے۔ وہ مخصوص تہذیبی اور معاشرتی طبقات کی نمائندگی کرتے ہیں ان کے افسانوی مجموعوں "ایک محبت سو افسانے"، "اجلے پھول" اور "سفر مینا" کے کردار محبت کی پھوار میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ "گڈریا" افسانے کا کردار "داؤ جی" اردو افسانے میں کلاسیکی حیثیت رکھتا ہے۔

'بانو قدسیہ' کے تخلیقی سفر کا حقیقی تعارف ان کے افسانے 'کلو' سے ہوا۔ بانو قدسیہ اپنے کرداروں کے ذریعے انسان کے روحانی اور باطنی تجربات کی تصویر کشی کرتی ہیں۔ وہ اپنے افسانوی کرداروں کے ذریعے متصوفانہ نکات اور روحانی اسرار و رموز سمجھاتی نظر آتی ہیں۔ بانو قدسیہ کے افسانوی کردار گہرا لسانی شعور رکھتے ہیں اور یہی ان کے کرداروں کی انفرادیت ہے۔ 'انتظار حسین' نے توہمات، ضعیف الاعتقادی، فرد کے اخلاقی و روحانی زوال، فرد کے اضطراب اور باطنی کشمکش کو اپنے افسانوں میں پیش کیا۔ وہ اپنے کرداروں کی تعمیر و تشکیل میں علامتوں، تمثیلوں، حکایتوں اور اساطیری حوالوں کو فوقیت دیتے ہیں۔ 'محمد خالد اختر' اردو افسانہ نگاروں میں کردار نگاری کے حوالے سے ایک اہم نام ہے وہ اپنے افسانے کے ہر کردار پر توجہ دیتے ہیں اور اس کی شخصیت کو دوسرے کرداروں سے علیحدہ کرنے اور ابھارنے میں کامیاب نظر آتے ہیں ان کے افسانوی کرداروں کے حوالے سے مرزا حامد بیگ یوں رقمطراز ہیں:

> "ان کے بیشتر افسانے کرداری ہیں اور ان کرداروں کی شخصی اور انتہائی نجی زندگی کی تفاصیل سامنے لاتے ہیں۔ محمد خالد اختر نے اپنے ان کرداری افسانوں کی معرفت انسانی ذات کی گہرائی میں چھپی ہوئی مضحکہ خیزی کو کامل ہنرمندی کے ساتھ بے نقاب کیا ہے اور اس ضمن میں 'چچا عبدالباقی' اور 'بھتیجے بختیار' سلسلے کے افسانوں کے علاوہ افسانہ 'لالٹین' کے مستری مہتاب دین، ننھا منجھی کے کردار اور "مقیاس المحبت" کے ڈاکٹر غریب محمد کی کردار نگاری لاجواب کہی جاسکتی ہے"(10)

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

محمد خالد اختر کا نام ان کے دو اہم افسانوی کرداروں 'چچا عبد الباقی' اور 'بھتیجے بختیار' کی بدولت اردو افسانے کی روایت میں زندہ و جاوید رہے گا۔

'خدیجہ مستور' نے عورتوں کی مظلومیت اور معاشرتی تضادات کو اپنے کرداروں کے ذریعے اُبھارا۔ انہوں نے اپنے افسانوی مجموعوں، 'بوچھاڑ'، 'تھکے ہارے'، 'چند روز اور'' 'ٹھنڈا میٹھا پانی' میں نچلے طبقے کے کرداروں کے مسائل پر روشنی ڈالی۔ خدیجہ کے نسوانی کرداروں میں بیوہ، بڑی عمر کی کنواری عورتیں اور بیاہتا عورتوں کی جنسی نا آسودگی اور نامکمل آرزوئیں نظر آتی ہیں۔ 'ہاجرہ مسرور' نے بھی اپنے افسانوں میں عورتوں کے حقوق کے لیے آواز اٹھائی، گھریلو عورتوں اور ان کے مسائل کے بارے میں ان کا مشاہدہ بے حد وسیع ہے۔ چنانچہ ان کے زیادہ تر کردار نسوانی ہیں وہ اپنے کرداروں کے میلانات و رجحانات کی عکاسی بڑی ہنر مندی سے کرتی ہیں۔ 'رام لعل' کے افسانوں میں حقیقی مشاہدہ، بیانیہ کی گہرائی اور تہہ داری موجود ہے ان کے بہت سارے افسانے جنس اور جرم کے گرد گھومتے ہیں۔ کرداروں کو نفسیاتی زاویے سے پیش کرنا ان کی ایک منفرد خوبی ہے۔

1958 کے بعد اردو افسانہ کسی تحریک یا رجحان کے زیر اثر نہیں رہا۔ اس دور میں افسانہ نگاروں کا انفرادی کام ان کی شناخت بنا اور افسانہ میں ہیت اور تکنیک کے بہت سے تجربے ہوئے بالخصوص افسانے میں علامتوں کا استعمال بڑھنے لگا۔ اردو افسانے میں علامت اور تجریدیت کے رجحان کی بدولت کردار پر چھائیاں بن کر رہ گئے۔

علامتی اور تجریدی رجحان کے تحت لکھنے والے افسانہ نگاروں نے روایت سے انحراف کیا۔ ان افسانوں میں بیسویں صدی کی مشینی زندگی، صنعتی تہذیب، بٹی ہوئی شخصیت، انسان کے ذہنی اور باطنی کرب، خوف، ہجوم میں گم ہو جانے والے شخص کی تنہائی، انسانوں کی جبلی خواہشات، بد اطمینانی اور جھلاہٹ کو علامتی اور تجریدی انداز میں پیش کیا گیا۔ ان افسانوں کے کردار بعض اوقات پر چھائیاں معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے چہرے واضح نہیں لیکن یہ افسانے جدید انسانوں کے دکھوں اور المیوں کو ہی واضح کرتے ہیں۔ ان افسانوں کا کردار آج کا جدید انسان اور اس کی نا آسودہ خواہشات ہیں۔ علامت اور تجریدیت کے تحت لکھنے والوں میں نمایاں نام انور سجاد، خالدہ حسین، رشید امجد، بلراج منیرا، سریندر پرکاش، محمد منشایاد، مظہر الاسلام، مشتاق قمر، مرزا حامد بیگ، اعجاز راہی، بلراج کومل، احمد یوسف، عرش صدیقی، احمد ہمیش، اسد محمد خاں، مسعود اشعر اور زاہدہ حنا کا ہے۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

کچھ عرصہ سے اردو افسانہ میں نئی حقیقت پسندی کی نمود بھی ہوئی ہے۔ اس کے تحت افسانوں میں کہانی کی واپسی ہوئی ہے۔ کہانی پھر سے اپنے حقیقی کرداروں اور واقعات کے ساتھ سامنے آئی ہے۔ لیکن اس میں علامت، تجریدیت، استعارے اور آزاد تلازمہ جیسی تکنیک کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔ نئی حقیقت پسندی کے تحت لکھنے والوں میں محمد منشایاد، آصف فرخی، انوار احمد، سلیم آغا قزلباش، طارق محمود، نگہت سیما، علی تنہا اور امراؤ طارق نمایاں نام ہیں۔

حوالہ جات

1۔ ابو الاعجاز حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1985ء) ص148

2۔ ڈاکٹر انوار احمد، اردو افسانہ ایک صدی کا قصہ، (ملتان: کتاب نگر، 2017ء) ص65، 66

3۔ ایضاً، ص83

4۔ مرزا حامد بیگ، اردو افسانے کی روایت (1903۔2009ء)، (دہلی: عالمی میڈیا، 2014ء) ص67

5۔ ڈاکٹر محمد حسن، اردو ادب میں رومانوی تحریک، (لکھنؤ: دانش محل، 1955ء)، ص35، 34

6۔ ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی، آج کا اردو ادب، (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، 1975ء)، ص226

7۔ ڈاکٹر انوار احمد، شوکت صدیقی: شخصیت اور فن، (اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، 2006ء) ص28

8۔ ڈاکٹر انوار احمد، اردو افسانہ ایک صدی کا قصہ، ص480

9۔ غلام عباس، جاڑے کی چاندنی، (کراچی: انٹرنیشنل پریس، 1980ء)، ص10

10۔ مرزا حامد بیگ، اردو افسانے کی روایت، (1903ء۔2009ء) ص109